بسم اللہ الرحمن الرحیم

# اے قبروں میں دَبے پڑے مظلوموں!

غلام مسیح الزماں سے متعلق اِلہامی پیشگوئی سے پتہ چلتا ہے کہ کچھ شاطر لوگوں نے بانئ جماعت کی رحلت کے بعد ایک جبری نظام کیساتھ احمدیوں سے آزادیٔ ضمیر اور اُنکے بنیادی حقوق چھین کر اُنہیں زندہ درگور یا زندہ لاشیں بنا دینا تھا۔ اور آج افرادِ جماعت کے زندہ درگور ہونے میں کسی کو کیا شک ہے۔؟ اللہ تعالیٰ اپنے مہدی و مسیح موعودؑ سے مخاطب ہوکر فرماتا ہے:۔

☆اے مظفّر! تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں۔ موت کے پنجہ سے نجات پاویں۔ اور وہ جو قبروں میں دَبے پڑے ہیں باہر آویں اور تا دینِ اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔ اور تا حق اپنی تمام برکتوں کیساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے۔ اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں۔ جو چاہتا ہوں کرتا ہوں اور تا وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور تا اُنہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا کے دین اور اُسکی کتاب اور اُسکے پاک رسول محمد مصطفیٰؐ کو اِنکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔☆ (اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء/ مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ ۱۰۰)

حضرت مہدی و مسیح موعودؑ سچے تھے اور بالکل سچے تھے۔ لیکن آپؑ کے سچا ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آپؑ کی اولاد آپ کی سچائی کے نام پر آپکے پیروکاروں کو اُنکے بنیادی حقوق سے محروم کردے۔ حضرت بانئ جماعت آنحضرت ﷺ کی طرح اِنسانوں کو اُنکے بنیادی حقوق دلانے آئے تھے نہ کہ جو اُن کو حاصل تھے وہ بھی سلب کروانے۔ بڑے دکھ کی بات ہے کہ کم و بیش ایک صدی تک ''احمدیت یعنی حقیقی اِسلام'' کے نام پر احمدیوں کو عدل و اِنصاف، حق رائے دہی اور آزادیٔ ضمیر سے محروم رکھ کر اُن کیساتھ حیوانوں سے بھی بدتر سلوک کیا گیا ہے۔ احمدی تو ایک سچے اِنسان کو قبول کریں اور اپنی جان مال عزت اور اولاد بھی اُس پر قربان کردیں لیکن اُس کی اولاد احمدیوں سے تقویٰ اور اطاعت کے نام پر سیاست اور مکاری کرتی پھرے۔ ذرا سوچئے! ربوہ میں ہی ایک عام احمدی کو نہ صاف پانی، نہ علاج معالجے کی سہولت اور نہ ہی اُسکے بچے کیلئے کوئی تعلیمی سہولت موجود ہے تو دوسری طرف قبضہ گروپ کو اِسی شہر میں ہر قسم کی جدید سہولتیں میسر ہیں۔ اُنہوں نے اپنے کوٹھیوں کے آگے دربان اور مسلح گارڈ بٹھا رکھے ہیں۔ خلیفہ ثانی صاحب درس تو دیتے رہے مساواتِ محمدی کا اور شاہ و گدا میں فرق مٹانے کا! ؎ مساواتِ اسلام قائم کرو تم ۔ رہے فرق باقی نہ شاہ و گدا میں

لیکن عملاً جو کچھ کیا مساواتِ محمدی کے اُلٹ کیا۔ ؎

خداوندیہ تیرے سادہ دِل بندے کدھر جائیں! ۔ کہ درویشی بھی عیاری ہے سلطانی بھی عیاری

ذرا سوچئے! بانئ جماعت کا اپنا حال تو یہ تھا کہ وہ اپنا کھانا غریبوں کو دے کر خود چنے کھا کر گزارہ کرلیا کرتے تھے۔ اپنے والد صاحب کی وفات کے وقت جب آپؑ کو اپنے نان و نمک کی فکر دامن گیر ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے آپکو اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ۔ کیا اللہ اپنے بندے کیلئے کافی نہیں۔؟'' کے الفاظ کیساتھ تسلی دی۔ اور آج آپکی اولاد نے قربانی کے نام پر آپکے مریدوں کی جیبیں کاٹ کاٹ کر قصر بنانے

شروع کیے ہوئے ہیں جبکہ ایک عام احمدی بنیادی ضرورتوں سے بھی محروم ہے۔اگر ہمارے سامنے کوئی رول ماڈل(Role Model) نہ ہوتا تو پھر ہمیں شک پیدا ہوسکتا تھا کہ شاید اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے خلیفے قصروں میں ہی رہا کرتے ہونگے اور اِس طرح قصر بنانے کی یہ غلطیاں قابل عفو ہو جاتیں۔لیکن ہمارے سامنے تو آنحضرتﷺ اور آپکے خلفائے راشدینؓ،اورحضرت مہدی و مسیح موعودؑاور آپکے خلیفہ اولؓ کا طرزِ عمل موجود تھا تو پھر ہم''حقیقی اسلام''اور''خلافت کی برکات''کے نام پر دھوکہ کیوں کھاتے رہے ہیں۔؟ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ ۱۹۱۴ء کے بعد سے اِس نام نہاد خلافت کی برکات کے نام پر عام احمدیوں کے تو بنیادی حقوق بھی سلب ہو چکے ہیں جبکہ اِسکی برکتیں صرف ایک یا چند خاندانوں کے گھروں میں داخل ہورہی ہیں۔کسی نے سچ کہا تھا! ؎

ہم کو تو میّسر نہیں مٹّی کا دیا بھی ! ۔ گھر پیر کا بجلی کے چراغوں سے ہے روشن!

نذرانہ نہیں! سود ہے پیرانِ حرم کا! ۔ ہر خرقۂ سالوس کے اندر ہے مہاجن!

## اے غریبو اور مظلوم غلامو! اے بانئ جماعت کے پروانو!

خلیفہ ثانی اور اُسکے جانشینوں نے''حقیقی اِسلام''کا جھانسا دے کر بڑے منظّم طریقے سے تمہیں تمہارے رشتہ داروں، برادریوں اور مسلمانوں سے دور کیا ہے۔اب تم اِس''حقیقی اِسلام''کے دائرہ میں روز مرتے اور روز جیتے ہو۔تمہارے اخراج ہوتے ہیں۔تمہارے مقاطعے ہوتے ہیں۔تمہاری زندگی اور موت،تمہاری خوشی اور غمی سفاک قسم کے عہدیداروں کے رحم وکرم پر ہے جو قارون کی طرح تمہاری ہی قوم میں سے ہیں۔تمہاری اپنی کوئی مرضی نہیں۔نہ تم اپنی مرضی سے جی سکتے ہو اور نہ مر سکتے ہو۔تم پر بہت ظلم ہو چکا ہے۔تمہیں کیڑے مکوڑوں کی طرح جینے پر مجبور کر دیا گیا ہے اور تمہارے مقدر میں صرف ذلت اور رسوائی ہے۔مسلسل ذہنی تطہیر(Brain washing) کیساتھ تمہارے شعور اور تمہاری قوتِ اِرادی کو زائل کر کے آہستہ آہستہ تمہیں زندہ درگور کر دیا گیا ہے۔تمہارا حق ہے کہ تمہیں اِنصاف ملے۔تمہارا حق ہے کہ تم اپنے حاکموں اور دیگر عہدیداروں کو خود منتخب کرو۔تمہیں اپنی عزتوں کی حفاظت کا پورا حق ہے۔یہ نظام جس میں تمہیں اور تمہاری اولادوں کو جکڑا گیا ہے۔یہ نظام طاقتور نہیں بلکہ تم طاقتور ہو۔تمہیں اپنی طاقت کا اندازہ نہیں۔اپنی طاقت کا علم پا کر آگے بڑھو کہ تمہاری رہائی قریب ہے۔یہ نظام تمہاری مدد اور تعاون کے بغیر چل نہیں سکتا۔اِن ظالموں کے آگے کھڑے ہو جاؤ۔یہ تمہارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے۔تمہارے پاس اب رہ کیا گیا ہے جس کے چھن جانے کا تمہیں ڈر ہے۔حرکت میں برکت ہے۔اگر تم اپنے بنیادی حقوق کیلئے اُٹھ کھڑے ہوگے تو تمہارے غصب شدہ حقوق تمہیں واپس مل سکتے ہیں۔کب تک جیتے جی مرے رہوگے۔اگر چاہو اور ہمت کرو تو ایک جھٹکے کیساتھ تم اِن غلامی کی زنجیروں کو توڑ سکتے ہو۔اولاً۔یاد رکھو کہ تمہارے چندے ہی تمہاری غلامی کی وجہ بنے ہوئے ہیں۔اِن ظالموں کو چندے دینا بند کردو۔ثانیاً۔اخراج اور مقاطعہ کی سزاؤں سے نہ ڈرو اور اپنے بنیادی حقوق کی بازیابی کیلئے اِس شیطانی نظام کے آگے کھڑے ہو جاؤ۔زیادہ سے زیادہ چند احمدیوں کے اخراج کے بعد ہی یہ نظام اخراج کا سلسلہ بند کر کے اپنے گھناؤنے ہتھکنڈوں سے باز آنا شروع ہو جائے گا۔میں خلیفہ ثانی کے جھوٹے دعویٰ مصلح موعود کا خوب پول کھول چکا ہوں اور اب یہ محمودی نظام میرے آگے گرا پڑا ہے۔اگر نظام کا کوئی عہدیدار یا اِس نظام کا چیف میرے متعلق تمہیں گمراہ کرنے کی کوشش کرے تو تم اُسے صرف یہ کہو کہ اگر عبدالغفار جنبہ کا

دعویٰ مصلح موعود جھوٹا ہے تو پھر تم اُس کا جھوٹ ثابت کرنے کیلئے اُس کا مقابلہ کیوں نہیں کرتے۔؟ اُسکے آگے تم خاموش کیوں ہو۔؟ ے

صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لیے

”اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُمَا بِقَوْمٍ حَتّٰے یُغَیِّرُوْامَا بِاَنْفُسِھِمْ ط“(الرعد۔۱۲)

اللہ کبھی بھی کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا جب تک کہ وہ اپنی حالت کو نہ بدلے

خاکسار

عبدالغفار جنبہ/کیل۔جرمنی

۱۷۔مارچ ۲۰۰۹ء

جناب علی مسعود سید صاحب ۹۔مارچ ۲۰۰۹ء کے جنگ میں اپنے کالم میں فرماتے ہیں۔

# زندہ لاشیں

حرف بہ حرف......علی مسعود سید

کبھی کبھی میں یکسانیت سے باغی ہو جاتا ہوں اور جب مجھے بہت دنوں تک سوچنے کی مہلت نہیں ملتی تو میں اپنے آپ سے نفرت کرنے لگتا ہوں تب میں ایسی جگہوں کی طرف رخ کرتا ہوں جہاں ہم اکثر مجبوری میں ہی جاتے ہیں، ان میں سے ایک جگہ انسانوں کی ابدی آرام گاہ ہے۔ یہاں آپ خود کو دو جہانوں کے درمیان پاتے ہیں اور زندگی کے سارے پہلوؤں پر سوچتے ہیں۔ ہمارے ایک طرف زندگی سرپٹ دوڑ رہی ہوتی ہے، تو دوسری طرف زندگی ایک اٹل حقیقت خاک اوڑھے ہمیشہ کے لئے ساکت پڑی ہوتی ہے۔ یہاں ہم ایسے بہت سے پہلوؤں پر توجہ کر سکتے ہیں جن کے بارے میں عام طور پر غور نہیں کیا جاتا۔ یہاں میں قبروں کے کتبے پڑھتا ہوں اور سوچتا ہوں کہ انسانوں کے بے دم جسموں کے ساتھ کتنی خواہشیں دفن ہو جاتی ہیں! کتنی ہی تمنائیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دفن کر دی گئی ہیں۔ بہت سارے سوالات، بہت سارے احساسات میرے وجود میں تیرنے لگتے ہیں۔ سب سے پہلے میں ایک شہید کی قبر پر آتا ہوں اور بھیک مانگتا ہوں کہ تھوڑی سی زندگی اور زندگی کا احساس مجھے بخش دو۔ اے میٹھی نیند سونے والے پیارے! اٹھو ہماری مدد کرو...... منحوس گدھ ہم سب مرداروں کو نوچ رہا ہے، پھر میں ایک ولی اللہ درویش کی قبر پر آتا ہوں اور کہتا ہوں کہ جب آپ پہلی بار ہماری بستی میں آئے تھے تو ساری بستی میں چراغاں ہوا تھا، ہر طرف نور ہی نور تھا۔ آج میں اپنے گھر کے اندھیروں سے بھاگ کر یہاں آیا ہوں۔ بستی واپس چلو بابا! ساری بستی میں کوئی کسی کو نہیں پہچانتا۔ سب ایک دوسرے کے دشمن ہیں۔

بابا آپ کا مزار تو چراغوں سے اب بھی جگمگا رہا ہے، مگر میری بستی میں اتنا اندھیرا کیوں ہے؟ پھر میں چند دانشوروں کی قبروں پر جاتا ہوں اور پوچھتا ہوں اے خفتگان خاک زندگی کا کچھ سراغ ملا یا نہیں؟ دامن جھاڑ کر کہاں آ بیٹھے ہو؟ وہ لمبی لمبی باتیں کہاں گئیں؟ ہم تمہیں یاد کرتے ہیں، سچ جانو تو تم آج بھی کتابوں سے چمٹے ہوئے ہو، پھر میں چند ظالم سرمایہ داروں، جاگیرداروں اور وڈیروں کی قبروں کے پاس جاتا ہوں، پوچھتا ہوں کہ کہاں ہے آج تمہارا سرمایہ اگر آج تمہاری قبر سونے سے بھی بھر دی جائے تو خدا کی قسم تمہیں راحت نہیں ملے گی اور دو گز زمین میں سمانے والو اپنی باقیات کو بتاؤ کہ تمہاری تاحد نظر پھیلی ہوئی زمین آج تمہارے کسی کام کی نہیں۔ اپنی جاتی کا خون چوس کر اب تم نے زندگی کی کون سی راحت پائی ہے۔ بہت سی قبروں سے گزر کر میں کچھ حکمرانوں کی قبروں پر آتا ہوں، میں ایک لمبی سانس لیتا ہوں، افسوس بھرے لہجے میں کہتا ہوں ہائے تقدیر کی ستم ظریفی تمہیں بھی موت نے آ دبوچا۔ تم تو ایسے تھے کہ کبھی مرنے والے ہی نہیں تھے۔ جب تک تم میرے سامنے تھے، مجھے کبھی گمان تک نہیں ہوا کہ تم بھی ہم سے جدا ہو جاؤ گے۔

تمہارے پلان تو اتنے طویل تھے کہ یوں لگتا تھا شہر کھنڈروں میں تبدیل ہو جائیں گے، مگر تم ٹہلتے پھرو گے، پھر حیرانی کے عالم میں یہاں سے بھی گزر جاتا ہوں۔ سب سے آخر میں، میں مزدوروں، ہاریوں، کلرکوں، فقیروں، مسکینوں، مجبوروں، بے بسوں کی قبروں پر آتا ہوں، میں کہتا ہوں کہ اب یہاں آن مرے ہو تو پہلے کون سا جی رہے تھے، تم میں خدا جانے کتنے تھے جو روز مرتے تھے اور جیتے تھے، تم میں سے نہ جانے کتنے تھے جو روز مرنے کی دعائیں مانگتے تھے۔ میں بڑی بے حسی کے ساتھ کہتا ہوں، ہاں تمہیں مر ہی جانا چاہئے تھا، تمہیں کوئی جینے کا حق نہیں تھا۔ کاروبار زندگی تمہارے بغیر چل نہیں سکتا، یہ تم جانتے بھی کب تھے۔ تمہیں یہ احساس کب تھا کہ تم بھی اپنے آقاؤں جیسے انسان ہو بلکہ تم تو ان سے کسی قدر زیادہ طاقتور ہو، تم زمین کو پاتال تک کھودنے کی ہمت رکھتے تھے، پہاڑوں کو چیر کر راستہ بنانے کی جرأت تم میں تھی، مگر پھر بھی تمہیں احساس نہیں تھا اپنے جیسے انسانوں کے غلام ہو۔ یقیناً تمہیں مر ہی جانا چاہئے تھا بلکہ تمہیں تو پیدا ہی نہیں ہونا چاہئے تھا۔ کیا تم اس لئے پیدا ہوئے ہو کہ ظالموں کے سامنے سر جھکا کر اس کے ظلم کو اور تقویت دو، تم نے ساری زندگی سسک کر گزاری اور مٹھی بھر ظالموں کو ظلم سے روک نہیں پائے۔ کس چیز سے تم ڈرتے تھے۔ کس چیز نے تمہیں روک رکھا تھا۔ ارے میں پوچھتا ہوں تمہارے پاس ہے ہی کیا جس کے کھو جانے سے تم ڈرتے تھے۔ آج مر کے یہاں پڑے ہو تو یوں لگتا ہے کہ کچھ آرام میں ہو ورنہ ساری زندگی تم آرام نہیں پا سکے۔ شام رات میں تبدیل ہو جاتی ہے اور میں شہر خموشاں سے شہر پر ہنگام کی طرف لوٹ آتا ہوں۔ اس رواں دواں زندگی میں روزانہ میں کئی لوگوں کو جیتے جی مرتا دیکھتا ہوں میرے ہر طرف نہ جانے کتنی ہی زندہ لاشیں ہیں۔